ترجمہ و تلخیص

تعدد ازدواج پر پابندیوں کا مسئلہ*

ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوری   مترجم: سلطان احمد اصلاحی

ہندوستانی عدالتوں میں نافذ العمل اسلامی شخصی قوانین کے سلسلے میں جن اہم تبدیلیوں کا بار بار مطالبہ کیا جاتا رہا ہے، اور جنہیں از راہ کرم اصلاحات (REFOMS) کا نام دیا جاتا ہے وہ عورتوں سے متعلق ہیں۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں[۱] مہاراشٹر کی خواتین کے ایک اجتماع میں جو مشترک طور پر انڈین سیکولر سوسائٹی اور مسلم ست شودھک منڈل کے زیر اہتمام پونا میں منعقد ہوا تھا، مسٹر اے۔ اے۔ اے فیضی نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے اسلامی شخصی قوانین کے تحت مسلمان عورتیں ناگفتہ بہ مصائب سے دوچار رہی ہیں۔ اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت کو جس کے تحت ایک مسلمان بیک وقت چار عورتوں سے شادی کر سکتا ہے، خاص طور پر سخت ترین تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اور اسے عورتوں کے حق میں رسواکن اور مضرت رساں قرار دیا گیا۔ ہمیں اس پر چنداں تعجب نہیں کہ آج بھی ایسے سادہ لوح لوگ

---

* یہ جناب ڈاکٹر فضل الرحمن گنوری کے اس انگریزی مقالہ کا ترجمہ ہے جو موصوف کی طرف سے انڈین انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کے زیر اہتمام اسلامی پرسنل لا میں اصلاحات کے موضوع پر منعقد سیمینار بتاریخ ۱۴، ۱۵، ۱۶ جنوری ۱۹۷۲ء میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ مقالہ موصوف کی مکمل نظر ثانی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔ (س۔ا۔ا)

۱۔ واضح رہے کہ یہ مقالہ اس وقت لکھا گیا تھا جب جناب فیضی ہندوستان کے سیاسی افق پر سیکولرزم کے درخشندہ ستارے کی حیثیت سے چمک رہے تھے۔
(مترجم)

موجود ہیں جو بلا تامل یہ باور کر لیتے ہیں کہ ہندوستان کا ہر مسلمان کم از کم چار عورتوں کا حرم آباد کئے ہوئے ہے۔ ضبط ولادت کے تمام تر تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے لاتعداد بچوں کو پیدا کرتا چلا جا رہا ہے اور اس طرح آبادی کے دھماکے کو وقت سے پیشتر حقیقت بناتے پر تلا ہوا ہے جس سے وہ جہاں ایک طرف تو ملک کی غربت اور اس کی بیکاری میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے وہاں دوسری طرف حکومت پر قبضہ کرنے کے نقطۂ نظر سے مسلمان اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرنے کے درپے ہے۔ ششدر تو ہم اس وقت رہ جاتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اچھے خاصے واقف کار حضرات بھی جو بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام میں تعدد ازدواج صرف مباح ہے نہ کہ واجب اور فرض۔ نیز اس سے بھی واقف ہیں کہ مسلمان عام طور پر ایک سے زیادہ شادی نہیں کرتے اور حقیقت واقعہ بھی یہی کہ معاشی طور پر انکے اندر اس کی صلاحیت پائی بھی نہیں جاتی، وہ بھی تعدد ازدواج کو مسلمان بیویوں کی جملہ پریشانیوں اور ہندوستانی مسلمانوں کی پسماندگی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس طرح کے بلند بانگ دعووں کی پشت پر کوئی اعداد و شمار نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعدد ازدواج کے تناسب کے سلسلے میں کوئی معلومات ایسی دستیاب نہیں جو کسی جائزے کی بنیاد پر تیار کی گئی ہو۔ یہ بات قطعاً باعث استعجاب نہ ہوگی کہ اگر کبھی کوئی ایسا جائزہ مرتب کیا گیا تو مسلمانوں کی بہ نسبت غیر مسلموں میں تعدد ازدواج کے واقعات کا تناسب زیادہ ثابت ہوگا یہ حقیقت ہے کہ مصر جیسے مسلمان ملک میں جب چند زوجگی کے بارے میں ایک جائزہ مرتب کیا گیا تو پتہ چلا کہ وہاں تعدد ازدواج اس حیرت انگیز حد تک کم ہے کہ تیسری اور چوتھی بیوی سے شادی کے واقعات کو اعداد و شمار کی زبان میں بیان کرنا ممکن نہ ہوا۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں جب مصری حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ اعداد و شمار کی بنیاد پر چند زوجگی کے سوال پر غور کرے تو اس نے محسوس کیا کہ اس طرح کی شادیوں پر قانونی بندشوں کی کوئی حقیقی ضرورت موجود نہیں۔ نتیجتاً سماجی امور سے متعلق وزارت کو کھلے لفظوں میں یہ اعلان کرنا پڑا کہ مصر میں تعدد ازدواج کا کوئی مسئلہ ہی موجود نہیں۔ جس کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہو۔ عقل اسے باور کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتی کہ چند زوجگی کے اس حد تک کم واقعات کو کسی بھی جگہ کی پسماندگی کا ذمہ دار قرار

دیا جا سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ظلم اور نا انصافی، خواہ اس کے واقعات کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں، ان کی طرف توجہ نہ کی جائے اور اصلاح کی کوششوں سے صرف نظر کیا جائے۔ جس بات پر زور دینا مقصود ہے وہ صرف یہ ہے کہ مسلمان اور تعدد ازدواج، کے مسئلے کے بارے میں ہمارا رویہ معقول اور حقیقت پسندانہ ہونا چاہئے۔ اور اس کی بنیاد ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان چند زوجگی کے واقعاتی، اعداد و شمار کے جائزے پر رکھی جانی چاہئے۔ اس طرح کی شادیوں کے محرکات کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے یہ بھی پتہ چلانا چاہئے کہ اگر مسلمان مرد ایک سے زیادہ شادی کرنا چاہتا ہے تو ایسا کرنے پر اسے کیا کوئی حقیقی ضرورت آمادہ کرتی ہے۔ ان ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اگر چند زوجگی کو مناسب نہیں سمجھا جا سکتا تو یہ بھی بتانا چاہئے کہ انھیں شریفانہ طریقے سے شریعت کے دائرے میں محدود رہتے ہوئے کن متبادل طریقے سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ رویہ اپنانا اس لئے لازمی ہے کہ ایک ایسے سماجی اور قانونی مسئلے کو گھٹیا قسم کی سیاست کا آلۂ کار بنائے جانے کے خطرات سے امکانی حد تک محفوظ رکھا جا سکے۔ جسے پہلے ہی سے اسلامی قوانین پر حملہ کرنے کے لئے ایک انتہائی بھونڈے بہانے کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

اسلام نے جس تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ وہ عورت کے لئے باعث ننگ و عار ہے اور اس سے انسانیت کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ عورت کے وقار اور اس کے پندار کو مجروح کرنے والی چیز کون سی ہے۔ اس کا کسی مرد کے ساتھ ایک [illegible] طوائف، داشتہ اور رکھیل کی حیثیت سے [illegible] اور رشتہ ازدواج سے باہر ایک ایسے مرد کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنا جو اس کا قانونی شوہر نہیں۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ عورت کے عزت وقار کے مسئلے کا علم بلند کرنے والے اور جن لوگوں کے جذبات کو تعدد ازدواج کے تحت مسلمان عورت کی حالت دیکھ کر شدید ٹھیس پہونچتی ہے وہ کیوں اسی جوش و جذبے کے ساتھ ان ناپاک طور طریقوں، رواجوں اور قوانین کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے جو عورت کو قعر مذلت میں ڈھکیلتے ہیں۔

مجموعۂ تعزیرات ہند غیر شادی شدہ بالغ مرد اور عورت کے لئے تو جائز سمجھتا ہے کہ وہ اپنی باہمی رضامندی سے ناجائز جنسی تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ ہمارے ملکی قانون کی رو سے یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ کیا ناجائز جنسی تعلق ایک عورت کو قعر مذلت میں دھکیلنے کا موجب نہیں بنتا جب کہ بہر حال وہ ہم میں سے کسی کی بہن یا بیٹی ہوتی ہے۔ کیا اسلامی تعدد ازدواج کے خاتمہ کا مطالبہ کرنے والوں نے رشتۂ ازدواج سے باہر جنسی تعلقات رکھنے کے قانونی جواز کو ہدف ملامت بنانے کے لئے کبھی کوئی ہلکی سی آواز بھی بلند کی۔ علاوہ ازیں کیا کوئی شخص اس تاریخی حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ ہر وہ معاشرہ جس نے قانونی طور پر مکمل یک زوجگی کو نافذ کیا، اس نے صراحتاً یا خاموش رضامندی کے طور پر رشتۂ ازدواج سے باہر رہتے ہوئے طرفین کی باہمی رضامندی سے مرد اور عورت کے درمیان جنسی تعلقات کو مستحسن یا کم از کم جائز قرار دیا۔ (یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیسے اخلاقی معیار ہیں جن کی رو سے اسلام کی محدود یک زوجگی تو عورت کے حق میں تنگ اور بربریت ہے لیکن جو عورت سے طوائف، بیسوا، داشتہ اور گرل فرینڈ کی حیثیت سے آزادانہ جنسی تعلقات قائم کرنا روا رکھتے ہیں۔

اسلام کی نظر میں عفت وعصمت اور پاکبازی و پاک دامنی کی اقدار انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ اسلام نے رشتۂ ازدواج سے باہر جنسی تعلق کو نہ صرف حرام قرار دیا بلکہ اسے قابل تعزیر و سزا جرم قرار دیا۔ اس نے جنسی تسکین کے ہر ایسے ذریعے اور طریقے کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا جو شوہر اور بیوی کے فطری تعلقات کے علاوہ ہو۔ اور اس کے نتیجے میں اس نے ایک حقیقت پسند مذہب کی حیثیت سے ان احوال و ظروف کے پیش نظر جو مرد کو ایک سے زیادہ عورتوں سے جنسی تعلقات قائم کرنے کے لئے مجبور کر دیتے ہیں اسے محدود پیمانے پر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی۔ اسلام محدود پیمانے پر چند زوجگی کو ایک معقول انفرادی اور سماجی ضرورت کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے۔ مذکورہ ذیل صورتوں میں سے کسی ایک یا کئی کی موجودگی میں چند زوجگی ایک سماجی ضرورت بن جاتی ہے۔ فطری حالات و واقعات یا کسی ہنگامی صورت حال مثلاً جنگ کے نتیجے میں اگر عورتوں کی آبادی مردوں

سے مقابلے میں غیر معمولی طور پر بڑھ جائے تو چند زوجگی وہ واحد ذریعہ ہے جسے اپنا کر جنسی معیار کو گراوٹ سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اور عورتوں اور بچوں کی مناسب دیکھ بھال کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ کسی سماج میں بیوہ اور بے سہارا عورتوں کی تعداد کو کم سے کم تر کرنے کا ایک طریقہ چند زوجگی بھی ہے۔ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ تعدد ازدواج ہی بہتر اور معقول تر حل ہے مثال کے طور پر اگر بیوی بانجھ ہو اور شوہر اولاد کا متمنی ہو یا کسی مسلسل عام یا متعدی بیماری میں مبتلا ہو جانے یا کسی شدید جنسی مرض کا شکار ہو جانے کی وجہ سے یا بار بار طویل وقفوں کے لیے بیمار پڑتے رہنے کے باعث بیوی اپنے شوہر سے جنسی تعلقات قائم رکھنے کے قابل نہ رہے یا فرض کیجئے کہ جنسی لحاظ سے وہ شوہر کے بے جوڑ ثابت ہو رہی ہو جس کے نتیجے میں اس کا شوہر سخت ترین جنسی ناآسودگی کا شکار ہو جائے۔ یا عورت کے کسی جسمانی یا دماغی نقص کی بنا پر یا اس کے بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے شوہر کا میلان خاطر اس کی طرف باقی نہ رہے۔ اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر شوہر نے اسے طلاق دیدی تو کوئی دوسرا اس سے شادی کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا اور وہ دنیا میں بے یار و مددگار رہ جائے گی۔ یا طلاق کی صورت میں عورت کے سماجی مرتبے کو کوئی ناقابل برداشت دھچکا لگنے کا خطرہ ہو یا اس کے ذرائع آمدنی پر کاری ضرب لگنے کا اندیشہ ہو۔ اس طرح کی ساری صورتوں میں جن کا استیعاب مقصود نہیں بیوی کا مفاد اسی میں ہے کہ شوہر کو اس بات کی اجازت ہو کہ وہ اسے اپنی بیوی کی حیثیت سے برقرار رکھتے ہوئے دوسری شادی کر سکے۔ علاوہ بریں دوسری ایسی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں جن میں شوہر اپنے ذاتی، جماعتی، خاندانی یا ملکی مفاد کے پیش نظر چند زوجگی کو لوگوں سے مستقل تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ بنانا چاہتا ہو۔

یہ حقیقی ضروریات ہیں۔ اور اسلام کو ان ضرورتوں کا احساس ہے۔ چنانچہ واقعی اور حقیقی ضرورت کے پیش نظر ازدواجی زندگی سے باہر صنفی تعلقات قائم کرنے کی چھوٹ دینے کے بجائے مرد کو اس بات کی اجازت دے کر کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکے۔ دوسرے لفظوں ایسے ایسے مواقع میں ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ قانونی اور ذمہ دارانہ صنفی تعلقات قائم کرنے کو جائز قرار دے کر اسلام نے اپنے ماننے والوں کے

جنسی اور اخلاقی معیارات کو برقرار رکھا ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ تعدد ازدواج اپنے جلو میں جن گوناگوں مسائل اور امکانی خدشات کو لے کر آتا ہے اسلام ان سے غافل ہے یا انہیں اہمیت نہیں دیتا۔ سورہ نساء کی دو آیتوں (۳ اور ۱۲۹)[1] کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ تعدد ازدواج کی صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ شوہر دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف اور مکمل مساوات کے تقاضوں کو پورے طور پر ملحوظ رکھنے میں ناکام رہے۔ ظاہر ہے کہ اس ناکامی کے لازمی نتائج خاندانی زندگی میں سخت اختلال، شوہر اور بیویوں، خود بیویوں سے مختلف بیویوں کی اولاد کے درمیان ناگوار اور کشیدہ تعلقات کی شکل میں رونما ہوں گے۔ اس طرح کی ناخوشگوار صورت حال سے بچنے کی خاطر ہی اسلام اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ اگر آدمی کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات کے تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھ سکے گا، تو اسے صرف ایک ہی بیوی پر قناعت کرنی چاہئے۔ اسلام کو

---

[1] وہ آیات یہ ہیں:

(۱) وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا۔ [نساء۔ ۳] (اور اگر تم کو ڈر ہو کہ لڑکیوں کے معاملے انصاف نہ کر سکو گے تو شادی کر لو جیسا کہ تم پسند کرو عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار لیکن اگر تم کو ڈر ہو کہ برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک یا وہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں یعنی لونڈیاں۔ یہ چیز اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم ایک طرف جھک نہ پڑو)۔

(۲) وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ (نساء، ۱۲۹)

(عورتوں کو بالکل برابر نہ رکھ سکو گے اگرچہ تم ایسا چاہو۔ تو ایک طرف کی اس طرح نہ جھک پڑو کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو۔ اور اگر تم بھلائی کی راہ اختیار کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے)۔ (مترجم)

دو متبادل صورتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔

ایک تو یہ کہ بیوی کے ساتھ امکانی ناانصافی اور بچوں کو ممکنہ مضرت پہنچنے کے خدشات کا سدباب کرنے کے لئے یک زوجگی کے حق میں اپنا فیصلہ سنا دے۔ اور چند زوجگی کو یکقلم ممنوع قرار دے کر وزنیز معاشرے کی بعض حقیقی اور ناگزیر ضروریات کی رعایت سے یکسر صرف نظر کرتے ہوئے سماج کو فساد اور آبرو باختگی کی ناپاک قوتوں کے حوالے کر دے۔ دوسرے یہ کہ وہ عفت وعصمت اور پاکبازی و پاک دامنی کی اقدار اور جنسیاتی اخلاقی معیار کے تحفظ کی خاطر نیز فرد اور سماج کی بعض حقیقی ضروریات کی تکمیل کے پیش نظر تعدد ازدواج کی اجازت دے۔ چاہے ایسا کرتے ہوئے بیوی اور بچوں کو پہونچ سکنے والے بعض ایسے نقصانات کا خطرہ ہی کیوں نہ مول لینا پڑے۔ جن کی ضرر رسانی کو امکانی حد تک کم کرنے کے لئے تعدد ازدواج کی اجازت کو چار تک محدود کر دیا جائے اور ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے خواہش مند شوہر کو اس کا پابند بنایا جائے کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ تعدد ازدواج کی صورت میں وہ عدل و انصاف اور مساوات کے تقاضوں کو پورا نہ کر پائے گا تو ایسا کرنے سے احتراز کرے۔ اسلام نے ان دو متبادل راستوں سے دوسرے کا انتخاب کیا اور حق یہ ہے اس سے بہتر کوئی انتخاب ممکن ہی نہیں۔

اسلام نے اس سے آگے بڑھ کر دو ٹوک لفظوں میں (قرآن ۴: ۱۲۹[1]) یہ بھی بتا دیا کہ تعدد ازدواج کے سلسلے میں عدل و انصاف و مساوات کے بعض معیار وہ ہیں جن پر پورا اترنا انسان کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ یعنی ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں ہر بیوی کے لئے اپنے دل میں محبت والفت کے یکساں جذبات واحساسات رکھنا۔ اس نے مرد کو سختی سے ہدایت دی کہ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ کسی مخصوص بیوی سے اس کا قلبی لگاؤ عملی زندگی میں اس کے رویے پر غلط طریقے سے اثر انداز ہو اور دوسری بیویوں سے امتیازی اور ناروا سلوک پر آمادہ کر دے

ہم نہیں سمجھتے کہ اس طرح کا تعدد ازدواج معاشرے یا فریقین کے لئے کسی اعتبار سے ذلت و رسوائی کا سامان ہے۔ ہمیں اس بارے میں نہ شرمندہ ہونے کی ضرورت نہ معذرت

---

[1] یہ آیت اور اس کا ترجمہ ابھی نقل کیا جا چکا ہے۔ (مترجم)

خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی۔ اس کے باوجود ہم ہر اس تجویز پر پوری سنجیدگی سے غور کرنے کیلئے تیار ہیں جس کا مقصد چند زوجگی کی امکانی مضرتوں کو مزید کم سے کم کرنا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تجویز قرآن وسنت کی روح سے جو اسلامی شریعت کی اساس ہیں ہم آہنگ ہونا چاہیئے۔ بہر حال اسلامی تعدد ازدواج کے بارے میں کوئی ایسی تبدیلی یا اصلاح، ہندوستانی مسلمانوں کے لئے قطعاً ناقابل قبول ہوگی۔ جو اسے یا تو براہ راست ختم کردے یا بالواسطہ طریقے سے اس پر ایسی پابندیاں عائد کردے جس کے نتیجے میں وہ عملاً ممنوع ہو کر رہ جائے۔ تونس کی حکومت نے تعدد ازدواج کو ممنوع اور قابل تعزیر جرم قرار دے کر یقیناً اسلامی شریعت میں دراندازی کی ہے۔ ہم اس طرز عمل کی تائید کسی طرح نہیں کرسکتے۔ تعدد ازدواج کے اسلامی جواز کو ممنوع قرار دینا اس اجازت کی تہہ میں کارفرما مقاصد کے حصول کے دروازے کو حتمی طور پر بند کر دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی ایسا بدل پایا ہی نہیں جاتا جسے اسلام کی تائید حاصل ہو۔ تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دینا شریعت اسلامیہ میں مداخلت اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں دراندازی کرنا ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی اقدام:۔

اولاً تعدد ازدواج کو اس قانونی مرتبہ ومقام سے ہٹادے گا جہاں شریعت اسلامیہ نے اسے رکھا ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک ایسی چیز خلاف قانون قرار پاجائے گی جسے قرآن وسنت نے واضح طور پر جائز بتایا ہے۔

ثانیاً جن اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے یہ اجازت دی گئی ہے ان کے حصول کے لئے کوئی ایسا متبادل ذریعہ جسے اسلامی شریعت جائز قرار دیتی ہو باقی نہیں چھوڑتا۔

ثالثاً جنسی اخلاقیات اور اخلاق عامہ کے ان اعلیٰ معیارات کے حصول کو عملاً ناممکن بنادیتا ہے جن کا قیام اور تحفظ قرآن وسنت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

تعدد ازدواج کو ممنوع قرار نہ دیتے ہوئے بعض قانونی بندشیں جو کچھ مسلمانوں پر ملکوں کی طرف سے اس پر عائد کی گئی ہیں وہ کچھ اس طرح کی ہیں کہ مرد عدالت کے سامنے دوسری شادی کی واقعی حاجت اور ضرورت کو ثابت کرے۔ یا عدالت کی رضامندی کے ساتھ پہلی بیوی کی رضامندی بھی حاصل کرے۔ یا شوہر یہ ثابت کرلے کہ وہ معاشی طور پر

دونوں بیویوں کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان بندشوں کے عائد کرنے کا مقصد اگرچہ یہ ہے کہ ناانصافی کے خدشات کو مزید کم کیا جا سکے۔ تاہم یہ صد فی صد کامیاب نہیں بلکہ یہ اپنے اندر ایسے بہت سے نقائص اور کمزوریاں رکھتی ہیں جن سے انہیں پاک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قطعی ممکن ہے کہ دوسری شادی کسی فرد کے لئے انتہائی ناگزیر ضرورت کی حیثیت رکھتی ہو لیکن اسے عدالت کے روبرو پورے طور پر ثابت نہ کیا جا سکے۔ اور اس کی عدم تسکین اسے کسی غیر اسلامی حل کی طرف ڈھکیل دے۔ جہاں تک پہلی بیوی کی رضامندی حاصل کرنے کا سوال ہے تو اس سلسلے میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ اس سے تعدد ازدواج کی اجازت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اجازت اس خدشے کو تسلیم کرنے کے باوجود دی گئی ہے کہ اس سے کسی نہ کسی بیوی کے جذبات کو ٹھیس پہونچنے کا خطرہ بہرحال موجود ہے۔ کیونکہ اس سے بھی اہم تر انفرادی، سماجی اور جنسی اخلاقی امور کی رعایت مقصود ہے۔ جہاں تک اس کی پابندی کا تعلق ہے کہ دوسری شادی کے خواہش مند شوہر کو پہلے اپنی مالی حیثیت کا ثبوت پیش کرنا چاہئے تو یہ تحصیل حاصل ہے۔ اگر کوئی شخص بیوی کا خرچ برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو قرآن اسے ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنی شادی کو چاہے وہ پہلی شادی ہو یا دوسری، اس وقت تک ملتوی رکھے جب تک وہ بیوی بچوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ مزید برآں کوئی شادی خواہ وہ پہلی ہو یا دوسری اس بنیاد پر باطل یا فاسد قرار نہیں دی جا سکتی کہ شادی کے وقت شوہر اپنی بیوی کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ تھا نکاح کو صرف اس صورت میں فسخ کیا جا سکتا ہے جب شوہر بیوی کو نفقہ ادا نہ کرے یا نہ کر سکے اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ خود عورت عدالت سے باضابطہ رجوع کرے جیسا کہ قانون فسخ نکاح اہل اسلام' (BISSO_UTION OF MUSLIM MARRIGE ACT) میں کہا گیا ہے۔ مزید برآں یہ ایکٹ یہ بھی بتاتا ہے کہ اگر شوہر ایک سے زیادہ بیویاں رکھتا ہے تو کوئی بیوی اس بنیاد پر بھی علیحدگی طلب کر سکتی ہے کہ شوہر اس کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ سلوک نہیں کر رہا ہے۔ اس قانون کی یہ دونوں دفعات نکاح پر مالی حیثیت کے ثبوت کی مذکورہ بالا بندش سے متوقع افادیت کو بڑی حد تک مشکوک کر دیتی ہیں۔

علاوہ بریں چوں کہ مذکورہ بالا بندشوں میں سے کوئی بھی حتیٰ کہ ترکی کی حکومت کا وہ قانون بھی جو چند زوجگی کو غیر قانونی اور قابل تعزیر جرم قرار دیتا ہے، دوسری شادی کو باطل قرار دینے کی حد تک نہیں جاتی۔ اس لئے اگر کوئی شخص جرمانہ ادا کرنے یا قید بھگتنے کو تیار ہے یا ان افسران کی جیب گرم کر سکتا ہے جو دوسری شادی کے خواہش مند شوہر کی مالی حیثیت کی تصدیق پر مامور ہیں تو وہ بآسانی اس قانون کی زد سے اپنے کو بچالے جائے گا۔

مزید برآں جب تک کہ یہ دو متضاد چیزیں یعنی قانونی طور پر یک زوجگی کا نفاذ اور ازدواجی زندگی سے باہر جنسی تعلقات قائم کرنے کی اجازت پہلو بہ پہلو موجود رہیں گی تب تک چند زوجگی کی قانونی ممانعت یا تحدید دونوں یکساں طور پر غیر موثر اور بے معنی ثابت ہوں گی۔ اس صورت حال میں اگر کوئی مرد جو دوسری بیوی کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو وہ ان راستوں میں سے جو قانونی طور پر اس کے لئے کھلے ہونگے، کسی ایک پر چلنے کے لئے مجبور ہوگا۔ قانونی طور تو وہ ایک بیوی کا پابند ہوگا مگر اس کے ساتھ وہ یا تو رشتۂ ازدواج سے باہر مختلف ایسی عورتوں کے ساتھ عارضی طور پر جنسی تعلقات قائم کرتا رہے گا جو اس کے لئے رضا مند ہوں۔ یا جتنی عورتوں کو اس کا جی چاہے گا اپنی معاشی حیثیت کے مطابق مستقل طور پر طوائف، داشتہ، رکھیل، گرل فرینڈ کی حیثیت سے رکھیگا۔ دونوں میں سے ہر صورت اس کی قانونی بیوی کے لئے ذہنی اذیت اور کرب کا سامان بنے گی۔ دوسری عورتوں کے لئے ذلت و رسوائی کا باعث ہوگی۔ گندے جنسی امراض پھیلانے اور حرامی اطفال کو جنم دینے اور پرورش کرنے کا سبب بنے گی۔ اس صورت حال سے نپٹنے کا کوئی شریفانہ راستہ ہے ہی نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ سارے ان سماجوں نے جنھوں نے قانونی طور پر تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دیا انھوں نے مجبور ہو کر اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ ناپاک جنسی زندگی کو سند جواز عطا کی۔ سا انتخاب صرف دو صورتوں میں سے کسی ایک کا کرنا ہے۔ ایک طرف تو وہ شریفانہ تعدد ازدواج جس پر اخلاقی پابندیاں عائد ہیں اور جس کا قائل اسلام ہے۔ اور دوسری طرف وہ حرام کاری اور جنسی انارکی ہے جسے قانون روا رکھتا ہے۔ یہ بات بلا وجہ نہیں کہ آج تک کسی مذہب نے

چند زوجگی کو ختم نہیں کیا۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اسے چار کی تعداد تک محدود کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات تک میں یہ چیز نہیں ملتی۔ یہ تو جب مسیحیت میں سینٹ پال کے جنس دشمنی اور عورت بیزار خیالات ٹھونس دئے گئے اس کے بعد ہی تجرد اور کنوارپن مثالی طریق زندگی قرار پایا۔ اور جنسی جذبات کو کچل ڈالنا صالح ترین عمل سمجھا جانے لگا۔ پال کی ایجاد کردہ مسیحیت نے مرد کو ایک بیوی رکھنے کی اجازت بھی بڑی ہچکچاہٹ بلکہ اکراہ کے ساتھ دی۔ اس میں شک نہیں کہ حد سے بڑھا ہوا جنسی توغل اور انہماک انسانی زندگی کو پستیوں میں ڈھکیل دیتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ صحت مند جنس کی پامالی ہمیشہ جنسی انارکی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ پال کی تعلیمات کے جنسی جذبات کو کچلنے کے نتائج بھی یہی نکلے۔ آج مسیحی ممالک جنسی انارکی کے جس طوفان کی لپیٹ میں ہیں اس کی ذمہ داری بڑی حد تک پال کی انھیں تعلیمات کے سر ہے۔ چند زوجگی کا خاتمہ کرکے ان تباہ کن نتائج کو ہندوستان میں دعوت دینا عقل و دانش کا تقاضا ہرگز نہیں ہے۔

تاہم اگر فرد اور معاشرے کی واقعی ضروریات کو نظر انداز کرتے ہوئے ہندوستان میں بالفرض تعدد ازدواج کا خاتمہ کر بھی دیا جائے تب بھی یہ چیز مطلوبہ اثرات دکھانے سے قاصر رہے گی۔ علاوہ معدودے چند لوگوں کے جن کے دل میں اپنے مذہب اور مذہبی احکام کا کوئی لحاظ اور پاس باقی نہیں رہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر ازدواجی زندگی سے باہر عارضی یا مستقل جنسی تعلقات قائم کرنے کی راہ اختیار کرنا مشکل ہی ہوگا۔ لیکن وہ مسلمان جن کو واقعی طور پر اس کی ضرورت ہوگی وہ بڑی آسانی کے ساتھ اس قانونی ممانعت کی زد سے بچنے کی راہ نکال لیں گے۔ اسلام کے نزدیک نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں مرد اور عورت کے باہمی ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔ رجسٹریشن انعقاد نکاح کی شرط نہیں۔ وہ مسلمان مرد جو دوسری شادی کی ضرورت محسوس کر رہا ہے ایک بیوی تو وہ رکھے گا جو ملکی قانون کی رو سے اس کی قانونی بیوی ہوگی اور اس کے ساتھ ایک دوسری عورت سے خالص اسلامی طریقے سے شادی کرے گا۔ جہاں تک اس کے

مذہب کا تعلق ہے دوسری عورت اس کی باقاعدہ بیوی ہوگی، اگرچہ ملکی قانون کی نگاہ میں اس کی داشتہ یا گرل فرینڈ ہوگی۔ اور کیونکہ رشتۂ ازدواج سے باہر جنسی تعلقات قائم کرنا قانون کی نظر میں روا ہے اس لئے وہ اس طرزِ عمل کے سامنے بے بس ہوگا۔ یہ اعتراض بالکل لغو ہے کہ اس صورت میں وہ دوسری عورت اور اس کے بچے قانونی تحفظ سے محروم رہے ہیں گے اور اس طرح یہ چیز اس طرزِ عمل کے لئے مانع بنے گی۔ ایک داشتہ بھی جسے کوئی قانونی تحفظ حاصل نہیں ہوتا اپنی ذات اور اپنے مفادات کا تحفظ کرنا جانتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ ناموافق حالات میں جو عورت دوسری بیوی بننے پر آمادگی ظاہر کرے گی، اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایسے نکاح کے انعقاد سے پہلے جسے ملکی قانون کا تحفظ حاصل نہیں وہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنے مفادات کا تحفظ کرے گی۔ جہاں تک بچوں کے تحفظ کا سوال ہے تو آج کل کی دنیا ناجائز بچوں کو قانونی تحفظ دینے پر رضامندی ظاہر کر چکی ہے۔ اور جلد یا بدیر خود ہمارے ملک میں بھی یہی ہونے والا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اس طرح کے قانون کو دھوکا دینا کوئی ایسی مشکل بات نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ معاشرے اور خود قانون کا مفاد اسی میں ہے کہ قوانین کو احترام کی نظروں سے دیکھا جائے اور ان کی پیروی کی جائے۔ نہ کہ ان کو حقارت سے دیکھا جائے اور ان سے بچ نکلنے کی تدبیریں کی جائیں۔ جیسا کہ کوتاہ بیں قانون سازی کا ناگزیر مقدر ہوا کرتا ہے۔

تاہم یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ یہ سب کچھ تسلیم کر لینے کے بعد آخر اس میں کیا حرج ہے کہ خود اسلام نے تعددِ ازدواج پر جو اخلاقی پابندیاں عائد کی ہیں انھیں قانونی پابندیوں میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اخلاقی اور قانونی پابندیوں میں سے ہر ایک کا مزاج ایک دوسرے سے علیحدہ ہے۔ اخلاقی احکام ان صورتوں کے لئے دئے جاتے ہیں جن کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ قانونی احکام کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں اور نہ وہ موثر ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں اخلاقی احکام کی خلاف ورزی کی سزا قانونی احکام کی خلاف ورزی کے مقابلے میں کہیں زیادہ سخت اور دوررس ہوتی ہے۔ خاص طور سے اس صورت میں جب کہ یہ اخلاقی احکام مذہب کی طرف سے دئے گئے ہوں۔ اب اگر ہم یہ دیکھیں کہ کوئی مذہب جو

کسی خاص معاملہ میں جہاں وہ انتہائی آسانی کے ساتھ قانونی حکم دے سکتا تھا، محض اخلاقی ہدایت پر اکتفا کرتا ہے تو اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ان معاملات کے بارے میں وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس حکم کے صرف ظاہری تقاضوں کو پورا کر دینے سے اس کے ساتھ پورا انصاف نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ آدمی ان ظاہری تقاضوں سے آگے بڑھ کر پورے احساس ذمہ داری اور پھر پورا اخلاقی احساس کے ساتھ اس کام کو انجام دینے پر آمادہ ہو۔ اس طرح کے نازک معاملات میں محض ظاہری قانونی پابندیاں عائد کرنا ایک امر لاحاصل ہے کیونکہ ایسا شخص جس کا ضمیر مردہ ہے اور جو اخلاقی حس سے بیگانہ ہے بڑی آسانی کے ساتھ قانون کو دھوکا دے دے گا۔ تعدد ازدواج کے خواہش مند پر جو اخلاقی پابندی عائد کی گئی ہے کہ ایسا کرنے سے پہلے وہ اپنے آپ کو تول لے کہ اس بارے میں اس کے اندر عدل و انصاف کی صلاحیت اور اس کے لئے آمادگی کس درجہ میں پائی جاتی ہے۔ تو یہ ایک ایسا داخلی عمل ہے جس کا احتساب خود اس کے اپنے ضمیر کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اخلاق سے عاری ایک شخص پر اگر مالی حیثیت کی تصدیق کی قانونی بندش عائد کر بھی دی جائے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ عین اس تصدیق کے عمل کے دوران ہی وہ اپنے ذہن میں ایسے منصوبے ترتیب نہ دے رہا ہو کہ بیوی کو کس طرح اذیت ناک مظالم کا نشانہ بنانا ہے، ازدواجی زندگی کے ان مظالم کا نشانہ جن کے کرب و الم سے شوہر اور بیوی کے علاوہ کوئی دوسرا کبھی واقف نہیں ہو پاتا۔

انسانی زندگی میں قانون کی اہمیت کے بارے میں جتنا کہا جائے کم ہے۔ انسانی سماج کے لئے یہ چیز تباہی کا موجب ہوگی کہ قانون کو اس کا جائز مقام دینے سے پہلو تہی کی جائے۔ اس کے باوجود ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اہم ترین حقوق جو انسانیت کی عزیز ترین متاع رہے ہیں ان کی رہبری کبھی قانونی احکام نے نہیں کی۔ ان حقوق کی راہبری کا سہرا صرف انسانی ضمیر، اخلاقی ذمہ داری اور احساس فرض کے سر رہا ہے۔ ووٹ دینے کے حق کو اگر بدنیتی اور شر پسندی کے جذبے سے استعمال کیا جائے تو معاشرہ ناقابل انکار بلاؤں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ لیکن سر پھرے ڈکٹیٹروں اور فوجی طالع آزماؤں کے سوا اور کون ہے جو لوگوں کو اس حق

سے سرے سے محروم کرنے، یا اس پر کڑی پابندیاں لگا کر اس کا گلا گھونٹنے کی بیجا حرکت کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ قانون ہرگز اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ ووٹ کے حق کا استعمال منصفانہ اور صحیح ہوگا۔ قانون اس وقت حرکت میں آئے گا جب ووٹ غلط طریقے پر استعمال ہو چکا ہوگا۔ اس طاقت ور حق کے مناسب استعمال کی طرف رہ نمائی تو فقط اس حق کے مالک کی تربیت و تعلیم کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح تعدد ازدواج کے حق کے سلسلے میں صحیح طریقۂ کار یہی ہے کہ مسلمان مرد کی تربیت و تعلیم کی طرف توجہ کی جائے۔ اس کی اخلاقی حس کو پروان چڑھایا جائے۔ اس کے اندر زندگی کے بارے میں ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ وہ قانونی احکام جن کے ذریعے ایک عورت مرد کو دیے ہوئے تعدد ازدواج کے حق کے غلط استعمال کی صورت میں اپنا تحفظ کر سکتی ہے، اس وقت بھی موجود ہیں یعنی طلاق تفویض (مرد اپنا حق طلاق عورت کے سپرد کر دے) نیز عورت کا یہ حق کہ وہ فسخ نکاح کا دعویٰ کر سکتی ہے اگر شوہر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں ان کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات کے تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھتا ہو۔

سید جلال الدین عمری

سکریٹری ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی دو اہم تصانیف

۱۔ انسان اور اس کے مسائل۔ قیمت تین روپیے۔

انسان کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟ ان مسائل کو اسلام نے کس طرح حل کیا ہے؟ اور موجودہ دور اس حل کو قبول کرنے کے لیے ابھی تک کیوں نہیں آمادہ ہے؟ یہ کتاب ان ہی سوالات کا عصری اسلوب اور شگفتہ انداز بیان میں جواب دیتی ہے۔

۲۔ خدا اور رسول کا تصور (اسلامی تعلیمات میں) ضخامت ۲۰۰ صفحات قیمت ۶/۰۰

خدا کی ذات و صفات، اس کی وحدانیت، کائنات سے اس کا تعلق، رسول کی ضرورت اس کے دعوائے رسالت، اس کے دلائل اور آخری رسول کی رسالت کے بارے میں جو پیچیدہ سوالات پیدا ہوتے ہیں اس کتاب میں قرآن مجید اور علم کلام کی روشنی میں ان کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ملنے کا پتہ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی-۶